

مکی عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیمی مراکز

مولانا ڈاکٹر یحییٰ منظر صدیقی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی نو مسلموں اور دوسرے بیرونی مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے بعض مراکز قائم فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سعادت کدہ، خانہ کعبہ کا محن مبارک، مسجد حرام کے دالان عظیم عمومی اور اجتماعی مراکز تھے اور دار ارقم کا مرکز خاص اور خصوصی تھا اور صحابہ کرامؓ کے اپنے اپنے گھر بنیادی مدرسے بھی تھے اور دینی مراکز بھی، یوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات چلتا پھرتا مرکز تعلیم و ارشاد تھا، تاہم منظم و متواتر تربیت و تعلیم کے لئے بعض مستقل مراکز کا قیام ناگزیر بن گیا تھا۔ (عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت کے ابواب اول، دوم اور آخری)

خانہ اہل بیت کے مرکز دعوت و تعلیم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد خواتین و حضرات کو اسلام سے روشناس کرایا، ان کو مشرف بہ اسلام کیا اور ان کو قرآن مجید، سنت نبوی اور دین و مذہب کی تعلیم دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ بنت خویلد اسدیؓ اور ان کی بنات طاہرات کے علاوہ خاندان نبوی کے دوسرے وابستگان و ولت و سعادت، غلامان و موالی، اعزہ و اقارب اور دوست و احباب کی تعلیم و تربیت وہیں ہوئی تھی، حضرات زید بن حارثہؓ، ان کی اہلیہ محترمہ ام ایمنؓ، علی بن ابی طالب ہاشمیؓ اور متعدد موالی خاندان نے وہیں علم سیکھا تھا، دوسرے اعزہ میں خاندان ہاشمی کے متعدد افراد، حضرات جعفرؓ، اسماء بنت عمیسؓ وغیرہ نے اسی جگہ تعلیم پائی تھی، احباب و رفقا میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسی مرکز رشد و ہدایت میں اسلام قبول کیا تھا اور بنیادی تعلیم و تربیت پائی تھی..... (ابن ہشام، ۱/۲۵۹، ۲۶۳، ۲۶۴-۲۶۵ وغیرہ)

مکانات صحابہ۔ مکان صدیقی:..... بعد میں ان کا اپنا گھر، مکان صدیقی بھی ایک مرکز دعوت و تربیت بن گیا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ وہاں جاتے تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مشاورت فرماتے تھے، حضرت صدیقؓ کی

دونوں دختر اور فرزند نے اسی گھریلو مدرسہ اور مرکز میں تعلیم حاصل کی تھی..... (ابن ہشام، ۲/۹۷: کان یخطی رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یاتی بیت ابی بکر احد طرفی النہار : اما بکرۃ و اما عشیۃ).

بعض دوسرے مکانات کو بھی مرکز تعلیم و ارشاد کے لئے چنا گیا تھا، حضرت عمر بن خطاب عدویؓ کی بہن حضرت فاطمہؓ اور ان کے بہنوئی حضرت سعید بن زید عدویؓ کا مکان بھی ایک تعلیم و تربیت گاہ تھا، جہاں حضرت خباب بن ارتؓ تمیمیؓ قرآن پڑھاتے تھے۔ (ابن ہشام، ۱/۳۶۶: وکان خباب بن الارت یختلف الی فاطمہ بنت الخطاب یقرئھا القرآن..... و عندھما خباب معہ صحیفۃ فیھا طہ یقرئھما ایھا)

مکہ مکرمہ کے نو مسلم سربراہ اور وہ افراد کے مکانات و منازل کو اسلامی مراکز کی حیثیت حاصل تھی اور ان کی تعداد خاصی تھی، ایک دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ بعض ہمدرد غیر مسلم افراد و طبقات کے مکانات و احاطے (بیوت/ دور) بھی اسلامی مراکز کے فرائض انجام دیتے تھے، خواہ بلا ارادہ سہمی، ان میں ابوطالب بن عبدالمطلب ہاشمی اور بعض دوسرے اہل انعام نبوی کے مکانات کی اہمیت و کردار سے انکار نہیں کیا جاسکتا، بیت ابی طالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش گاہ بھی تھی اور حمایت گاہ و پناہ گاہ بھی، اس کو اسلام کی مجلس مشاورت گاہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ بہت سے اکابر قریش سے اسلام پر وہیں تبادلہ خیال ہوتا تھا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاندانی پناہ گاہ کا استعمال بطور تبلیغی مرکز بھی کیا تھا اور بطور اسلامی مرکز بھی، اہل انعام و عمارت کے مکانات میں سے ایک میں اسلام کی سب سے پہلی علانیہ دعوت و تبلیغ کا کام انجام دیا گیا تھا، جب قریب ترین اعزہ کو ارشاد و ہدایت کے حکم ربانی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد مناف کے ۳۵ رجال کا راجع کر کے دعوت کام و دہن کی تھی اور ان کے سامنے اسلام کا پیغام پیش کیا تھا۔ (ابن ہشام، ۱/۲۷۴: و مابعد، بلا ذری، ۱/۱۱۸-۱۱۹)

صحیح حرم..... خانہ کعبہ کی دیواروں کے سائے میں وسیع محن تھا، زمانہ قدیم سے اکابر قریش اس میں اپنی اپنی مجالس (اندیہ- نادۃ) آراستہ کرتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدیم روایت اور دیرینہ رواج کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور وہاں اپنی بھی ایک اسلامی مجلس کے لئے ایک جگہ خاص کر لی، اکابر قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حق کو تسلیم کر لیا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک مکہ مکرمہ کے ایک محترم و مکرم شخصیت، صادق و امین اور ایک جماعت کے معزز قائد بن چکے تھے، روایات سیرت میں آتا ہے کہ مختلف اوقات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ وہاں تشریف فرما ہوتے تھے، مسلمانوں کو قرآن و سنت اور دین و اخلاق کی تعلیم دیتے اور غیروں کو اللہ کے دین میں سے روشناس کراتے تھے، اکابر قریش وہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے اور اسلام کے بارے میں بحث و مباحثہ کرتے تھے، اسی مجلس میں بیرونی طالبان حق حاضر ہوتے اور غیر ملکی اور ملکی وفد بھی آتے اور تحقیق احوال کرتے تھے، اس کو ”نادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ بجا طور سے کہا جاسکتا ہے، وہ قریشی اکابر کی ”اندیہ“ سے کم اہم و محترم مجلس تھی اور

اکابر مکہ نے اس کی حیثیت تسلیم بھی کر لی تھی (ابن ہشام، ۱/ متعدد صفحات بالخصوص ۴۲۰۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مضمون: نبوی دعوت و سیرت اور قریش مجالس، تحقیقات اسلامی علی گڑھ، جولائی۔ ستمبر ۱۹۹۵ء)

دار ارقم کا اسلامی مرکز:..... تاریخ اسلام اور سیرت نبوی میں دار ارقم کے مرکز اسلامی کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے اور شہرت بھی، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قدیم مورخوں اور سیرت نگاروں نے اس کا بھرپور تذکرہ کیا ہے، جدید سیرت نگاروں نے ان کے بیانات و روایات کی پیروی میں اس کی اہمیت اجاگر اور شہرت وسیع کی ہے، اس حد تک کہ دوسرے اسلامی مراکز مکہ مکرمہ نظروں سے اوجھل ہو گئے بلکہ ان کا ذکر ہی نہیں کیا جاتا، بلاشبہ اس عظیم مکی اسلامی مرکز کی بہت اہمیت اور عہد سازانفرادیت ہے۔

بعض سیرت نگاروں کا خیال ہے کہ خفیہ تبلیغ کے آخری زمانے میں جب مسلمانوں کی تعداد خاصی ہو گئی تھی، اس مرکز اسلامی کا انتخاب ہوا، غالباً بعثت نبوی کے دو دہائی سال کے بعد ۶۱۲ء میں، لیکن صحیح یہ ہے کہ دار ارقم کا مرکز خفیہ تبلیغ کے زمانے کی ابتداء ہی میں بن گیا تھا کیونکہ متعدد سابقین اولین نے دار ارقم میں ہی اسلام قبول کیا تھا، جیسا کہ ابن سعد نے تصریح کی ہے، حضرات عمار بن یاسرؓ، جحشؓ، صہیب بن سنانؓ کے علاوہ متعدد اکابر صحابہ ان میں شامل تھے، ان کے علاوہ اسی سے متعلق حضرت ابوذر غفاریؓ کے قبول اسلام کا واقعہ ہے جو وہیں پیش آیا تھا، حضرت ابوذر غفاریؓ ابتدائی مکی مسلمانوں میں ہیں اور غالباً تبلیغ کے آغاز کے فوراً بعد کے زمانے کے، حافظ ابن حجر نے ان کے قبول اسلام کی مختلف روایات کے تضاد و تصادم پر بحث کرتے ہوئے اسے بعثت نبوی کے دو سال سے زائد کا واقعہ بتایا ہے۔ (اکثر من سنتین)

اس کے انتخاب کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک سربراہ و مدبر تھا حضرت ارقم بن ابی ارقم مخزومیؓ کا مکان تھا اور اسی نسبت سے دار ارقم کہلاتا تھا اور صفادروہ کی تلہٹی میں مکانات اور آبادی سے الگ تھلگ واقع تھا، گوشہ گیری اور آبادی سے دوری نے اس کو مکانِ تنہا کا مقام دے دیا تھا، وہ بلا غلغلہ تعلیم و تربیت، کردار سازی اور اسلام پروری کے لئے انتہائی مناسب مقام تھا کہ بالا راہ وہاں پہنچا جاسکتا تھا، روایات کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں مستقل سکونت اختیار فرمائی تھی اور تنظیم اسلامی کے کام میں مشغول ہو گئے تھے، حضرات ابوذر غفاریؓ، حمزہؓ اور متعدد دوسرے صحابہ کرامؓ نے وہیں اسلام قبول کیا اور تعلیم و تربیت پائی تھی۔ (بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب اسلام ابی ذر الغفاریؓ، ابن حجر، فتح الباری، ۷/ ۲۱۷-۲۱۹، نیز ما قبل، ۱/ ۱۵۸، ۷/ ۱۸۰، ۱۹۴، ۲۱۳، ۲۱۸، ۲۱۹ وغیرہ)

دار ارقم میں اسلام کا جو ارتقاء ہوا وہ نشانِ احترام و توقیر بن گیا، قدیم مصادر ابتدائی مسلمانوں کے باب میں یہ ضرور بیان کرتے ہیں کہ ان میں سے کس نے دار ارقم میں سکونت و دخول سے قبل اسلام قبول کیا تھا اور کس نے بعد میں، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمیؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ جیسے اکابر قریش نے دار ارقم کے اسی مرکز میں اسلام قبول کیا تھا

اور بیرونی صحابہ کرامؓ میں سے حضرت ابوذر غفاریؓ جیسے عظیم و جلیل اشخاص نے قبول اسلام کا مرکز ہونے کے علاوہ وہ تعلیم گاہ، خانقاہ، تربیت گاہ، مشاورت گاہ، مسجد و مدرسہ، منزل نبوی اور بہت کچھ تھا، وہ کسی دور کا مستقل اور عظیم اسلامی مرکز بن گیا تھا۔ (ابن سعد ۳ اور ۴: تراجم صحابہ سابقین، اسلام صحابہ اولین وغیرہ)

بیرون مکہ: دیکھی مراکز:..... حکمت نبویؐ ہی تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے بیرونی اصحاب کو اسلام قبول کرنے کے بعد ان کے اپنے علاقوں میں واپس کر دیا اور حکم دیا کہ وہ وہیں رہ کر اپنی قوم میں تبلیغ اسلام اور تعلیم دین کا کام کریں، ظاہر ہے کہ انہیں دونوں ارشادات نبویؐ میں تنظیم مسلمانان اور تعمیرات کا حکم بھی مضمّن تھا، کسی دانا مبصر کا قول ہے کہ جہاں جہاں مسلمانوں کی ایک چھوٹی یا بڑی جماعت ہے، وہاں امت اسلامی موجود ہے اور غالب مسلم اکثریت والے علاقے میں اس کو سیاسی غلبہ بھی حاصل ہے۔

بیرون مکہ: شہری مراکز:..... ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور مرکز اسلام کے لحاظ سے مکہ مکرمہ سب سے بڑا اسلامی مرکز رہا، مکی عہد کے تیرہ برسوں میں وہ عظیم ترین مرکز تھا کہ مسلمانوں کی سب سے بڑی آبادی وہیں سکونت پذیر و قائم تھی، مگر مکی عہد کے وسط سے بعض دوسرے مراکز و مقامات کی مسلم آبادی مکی مسلمانوں سے زیادہ ہونے لگی تھی، جنوبی عرب کے اشعر و دوس قبیلوں اور بحرین کے عبدالقیس کی آبادی کو کم تر مان بھی لیا جائے تو غفار و اسلم کے علاقوں کی مسلم آبادی یقیناً مکی مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہو چکی تھی، روایات کے مطابق وہاں کم و بیش ڈیڑھ دو ہزار مسلم آباد تھے کہ ان دونوں قبیلوں کی نصف نصف آبادی کا یہی تخمینہ بنتا ہے، بہر حال مرکزیت مکہ مکرمہ کو ہی حاصل رہی۔ (عہد نبویؐ میں تنظیم ریاست و حکومت، باب دوم)

مکی عہد کے آخری تین برسوں، ۶۲۰ء تا ۶۲۳ء میں آبادی، اسلام، تنظیم اور معاشرت کے لحاظ سے مدینہ منورہ، یشرب نے سبقت و اولیت حاصل کر لی، وہاں اسلام کا بیج تیزی سے برگ و بار لایا تھا کہ زمین زر خیز تھی، ہجرت نبویؐ سے تین برس قبل وہاں چھ خزرجی سرداروں کے علاوہ چند ہی لوگ مسلمان تھے جو دوران حج یا سفر تجارت خدمت نبویؐ میں حاضر ہو کر اسلام لائے تھے، ۶۲۰ء میں چھ خزرجی سرداروں نے اسلام کی تبلیغ و ترویج کو یشرب کا سب سے بڑا تبلیغی مشن بنادیا اور خاصی بڑی آبادی مسلمان کر لی، ان میں سے بارہ مسلم نمائندوں اور سرداروں نے مکہ مکرمہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور ۶۲۱ء میں عقبہ کی پہلی بیعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر کی، ان یشربی سرداروں کی درخواست پر حضرت مصعب بن عمیرؓ عبد ربیؓ کو بطور مدرس قرآن، معلم اسلام، فقیہ دین مقرر فرمایا جو مدینہ میں مقرر کیے گئے تھے، اگلے سال تک ان کی کوششیں اور رنگ لائیں اور یشرب کے دونوں عرب قبیلوں اور اوس و خزرج کی بڑی آبادی نے اسلام قبول کر لیا، ان کے ۷۵ نمائندوں نے خدمت نبویؐ میں مکہ حاضر ہو کر دوسرا معاہدہ کیا جو بیعت عقبہ ثانیہ کے نام سے مشہور ہے۔

یثرب میں ابھی تک مقامی مسلمان بالخصوص ان کے پر جوش سردار حضرت اسعد بن زرارہ خزرجی مسلمانوں کی تنظیم و تعلیم و تربیت کے ذمہ دار تھے اور یہ خدمت انہوں نے از خود قبول کر لی تھی، وہ ان کے ایک امام نماز بھی تھے اور سردار قوم بھی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کی حیثیت سے حضرت مصعب بن عمیر عبدیؓ ایک طبقہ انصار کے امام نماز و معلم دین بن گئے تھے، ان کو بہر حال فوقیت حاصل تھی کہ وہ فرستادہ نبوی تھے، بیعت عقبہ ثانیہ میں مسلمانانِ مدینہ کی نئی تنظیم ہوئی جو ہر لحاظ سے منفرد، اہم اور دور رس نتائج و اثرات کی حامل تھی، یہ تنظیم معاشرتی بھی تھی، سیاسی و دینی تنظیم بھی تھی اور ایک مرکز اسلامی کی تشکیل و تعمیر بھی۔

میر و ن عرب: شہری مراکز:..... تاریخی ترتیب اور زمانی توقیت کے اعتبار سے مدنی امت سے پہلے کی عہد میں امت اسلامی کی ایک اور شاخ بھی وجود میں آئی تھی اور وہ حبشہ کی امت اسلامی تھی، نبوت محمدی کے پانچویں سال ۱۶-۶۱۵ء میں اس کا قیام عمل میں آیا، اگرچہ اس کی تعداد بڑھتی اور کھپتی رہی، لیکن پورے نبوی دور میں حبشی امت اسلامی موجود رہی، یہاں تک ۷ھ/۶۲۹ء میں تمام مہاجرین حبشہ کی واپسی کے بعد بھی وہاں حبشی نژاد امت اسلامی موجود تھی، اس کا ذکر مدنی شاخ کے بعد اس لئے کرتا موزوں معلوم ہوا کہ وہ اسلامی امت کی پہلی غیر ملکی شاخ تھی اور جزیرہ نمائے عرب کے باہر حبشہ میں وجود میں آئی تھی، تقریباً بیس سال تک ۶۱۵ء تا ۶۳۹ء اس حبشی امت اسلامی کے زیادہ تر اراکان پناہ گزین اور مہاجر عرب تھے جو اپنا دین و ایمان بچانے کی خاطر ایک انصاف پسند عیسائی بادشاہ کی غیر اسلامی سلطنت میں بس گئے تھے، ان کی تعداد سو، سو اسو سے زیادہ نہ تھی، مگر سماجی، سیاسی، دینی اور تہذیبی لحاظ سے ان کی موثر اہمیت تھی، ان کو ایک غالب، غیر مسلم سماج میں باعزت مقام حاصل تھا، ان کے دینی اور تہذیبی حقوق محفوظ تھے، ان کی جان و مال و آبرو کو ضمانت حاصل تھی اور سماجی لحاظ سے بھی وہ محترم سمجھے جاتے تھے۔

دینی حقوق و مراعات کی حفاظت کے نتیجے میں عرب مہاجرین نے نئے غیر عرب و غیر مسلم ملک میں مقامی حبشی افراد و طبقات کو متاثر کیا اور ان میں سے کئی کو مسلمان بھی بنالیا، ان کے سب سے بڑے سرپرست اور ملک کے بادشاہ نجاشی حضرت احمہؓ مسلمان ہو گئے اور کچھ دوسروں نے بھی ان کی اتباع کی، اشاعتِ اسلامی کی رفتار خواہ کتنی سست رہی ہو لیکن وہ جاری برابر رہی اور حبشی افراد و طبقات مسلمان بننے رہے، ایک طرف بطور مسلمان انہوں نے حبشی سماج میں اپنی ایک نئی حیثیت و مرتبت قائم کی اور دوسری طرف اسلامی دنیا کے مرکزِ اعظم مکہ مکرمہ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دینی، تہذیبی اور سماجی رشتے استوار کئے، سیاسی اور فوجی روابط بعد میں بنے، کیونکہ بحیثیت مسلمان ان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مرکز اسلام سے ربط و تعلق بھی رکھنا تھا اور ان کا وفادار بھی رہنا ناگزیر تھا۔

☆.....☆.....☆